نظم

اکبری اقبال

مصنفہ

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

جسکو
مینجر مرغوب ایجنسی لاہور نے
کریمو آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں طبع کرایا

قیمت ۳/

اکبری اقبال

انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے اُنتیسویں سالانہ جلسے میں جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا لاہور نے لسان العصر سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج الہ آبادی کے رنگ میں بصدارت نواب ذوالفقار علیخاں صاحب ذیل کی نظم پڑھی اور اس نظم کا عُنوان مذاقاً رگڑا رکھا تھا۔

پریسیڈنٹ جلسہ جناب نواب ذوالفقار علیخاں صاحب نے اپنی پُر معنی ابتدائی تقریر میں ڈاکٹر صاحب موصُوف کو شکسپیر اور سعدیؒ سے تشبیہ دیتے ہُوئے فرمایا کہ "اگر یہی اقبال ولایت میں ہوتا تو اس کی قدر و منزلت شکسپیر سے بھی بڑھی ہوتی۔ مگر افسوس کہ ہمارے اہل ملک اس کی قابلیتِ تامہ سے کم آشنا ہیں۔ اس کی دنیوی زندگی کے بعد معلوم ہوگا کہ اقبال کیا چیز تھا"۔

ڈاکٹر صاحب اس دفعہ بوجہ مصروفیتِ کاروبار انجمن کیلئے کوئی نظم

پیشتر تیار نہ کر سکے۔ لیکن اراکین انجمن کے بار بار اصرار سے صرف دو تین دن پہلے جلدی میں اپنے چند خیالات کو منظوم کرنا شروع کیا اس لئے آپ نے جلسہ میں نظم پڑھنے سے پہلے تمہیداً فرمایا کہ "یہ چند پکوڑے ہیں جو پبلک کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش کرتا ہوں۔ بعض تازے۔ اور بعض تو ان میں ۲۴ گھنٹہ کے تلے ہوئے ہیں۔ مگر بعد ان پکوڑوں کے ایک تر لقمہ بھی ہوگا"۔

اِس اکبری رنگ کے کلام کو قوم کے اکثر افراد نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور قبولیّت کے کانوں سے سنا۔ اور تحسین کی زبان کو حرکت دی۔

اِس نظم کے اشعار سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال اکبری رنگ کی جھلک دکھانے پر بھی کس قدر قادر ہیں۔ آپ کے اس نئے رنگ پر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے ذیل کی تمہید تسطیر فرمائی اور خواجہ صاحب نے ہی اِس نظم کا عنوان **اکبری اقبال** موزوں فرمایا:۔

فضلِ الٰہی (مرغوب رقم)



از قلم

(حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی)

۷۸۶ یا معین ھُوالکُل

لاہور میں سیالکوٹ کے رہنے والے ایک آدمی رہتے ہیں جن کا نام **محمد اقبال** ہر۔ اور ڈاکٹر ہے۔ اور بیرسٹر ہے۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی ہے۔ وہ شعر گاتے ہیں۔ شعر بجاتے ہیں۔ اور موقع پاتے ہیں تو شعر پیدا بھی کر لیتے ہیں۔

میں نے ان کو آدمی اس ڈر سے کہا کہ جو لوگ آدمیت کی عینک لگائے ہوئے ہیں اور اقبال

اُن کو آدمی ہی نظر آتے ہیں کہیں وُہ مجھ سے ثبوت نہ مانگ بیٹھیں - ورنہ میں اقبال کو پیکرِ خاک نہیں سمجھتا - اور اُن کے پتلے کو آدم زاد نہیں جانتا۔ ممکن ہے کہ وُہ بشر ہوں - مگر اُن کی بشریت فقط ان کے بیوی بچوں یا اُن کے لئے مُبارک ہو جو اُن کو گورا چٹا مونچھوں والا عقلمند پروفیسر و بیرسٹر کہتے ہیں -

میں نے پروفیسر اقبال کو بھی دیکھا ہے اور ڈاکٹر اقبال کو بھی سیالکوٹی اقبال کو بھی اور لاہوری اقبال کو بھی - یورپین اقبال کو بھی دیکھا ہے اور لندنی اقبال کو بھی مگر کبھی آدمی نہیں پایا - وُہ ازل سے حیوان ہیں - اور حیاتِ ابدی کے نشان ہیں - ہندوستان

کے آدمی حیوان کے لفظ کو مکروہ جانتے ہیں مگر میں اس لفظ میں وُہ جان پاتا ہوں جو ہند کے کسی انسان میں نہیں۔

برسات میں مکھیاں اور پروانے دونوں پیدا ہوتے اور دونوں جاندار کہلاتے ہیں۔ مگر ایک آدمی کو ستاتا ہے۔ اور مگس بیحیا کا نام پاتا ہے اور دوسرا شمع کے رُخ پر قربان ہوجاتا ہے اور عبرت ڈھونڈھنے والوں کو صُبح کے وقت اپنی لاش دکھا کر رُلاتا ہے۔

اِقبال بھی ایک پروانہ ہے جو اُن دیکھی شمع کا دیوانہ ہے۔ مکھیاں اُس کے اشعار کو مٹھاس سمجھکر چاٹتی ہیں۔ اور پروانے شعلہ سمجھکر قرباں ہونے آتے ہیں۔

اِقبال ہمیشہ آسمان پر اُڑتے ہیں۔ زمین پر کبھی آتا

ہوتا ہے تو اُس زمین میں جو آسمان سے زیادہ دُور ہوتی ہے۔
اس لئے وُہ لوگ جن کے پاس ہَوائی جہاز نہیں ہیں یہ کہتے
رہ جاتے ہیں کہ اقبال کہاں ہیں؟ ہم اُن تک کیونکر پہنچیں؟

ایک دِن بھری سبھا کے اندر اقبال زمین پر آئے اور
چند جُملے اُن کی زبان میں سُنائے جو زمانہ کی زبان کہلاتے
ہیں جِن کا نام اکبرؔ ہے۔ جو الٰہ آباد میں بیٹھ کر اللہ کی آبادیاں
بساتے ہیں۔ اکبرؔ کے ہم زبان ہو کر بولنا آسان بات نہیں
ہے۔ اکبرؔ اشاراتِ ربّانی کے حامل ہیں۔ اکبر کو گویا کرنیوالا
پہلے آنکھ سے دکھاتا ہے پھر قلم سے لکھواتا ہے۔ اکبر کی
ہر بات زمین آسمان کو ایک کر دیتی ہے۔ ہر قول وُہ وجود
لیکر آتا ہے جسکو انگریزی میں کیرکٹر کہتے ہیں۔ اکبر نے اُس
دُھوپ میں بال سفید کئے ہیں جسنے اسلامی سلطنت کا باغ خشک کر دیا۔

اقبال نے اکبری زبان میں جو کچھ کہا وہ اکبری اقبال ہے۔

خلقت اُس کو دیکھتی ہے کہ اقبال نے کس حد تک اکبری روش کو نباہا ہے۔ اور اکبر کی طرح کیونکر تنگ قافیوں کو کشادہ کیا ہے۔ مگر دیکھنا یہ تھا کہ زمانہ اکبر کی زبان میں بولتے بولتے اب اقبال کی زبان میں بھی آیا ہے۔ خدا خیر کرے دیکھئے اِن حروف کے پردہ سے کیا نکلنے والا ہے۔

ہندوستان کی بیقراری میں کام کی باتیں درکار ہیں۔ جن میں نتائج ہوں۔ اور چلنے کے لئے راستہ ہو۔ عبرت کے لئے دل خوش کُن آگاہی و تنبیہ ہو۔ اکبر و اقبال کا ابتدا سے یہی شیوہ رہا ہے۔ مگر اقبال نے اور طریق سے کہا اور اکبر نے اور پیرایہ سے۔ اس نظم میں جو منشی مرغوب رقم صاحب کے ذریعہ شائع ہوتی ہے اقبال نے اکبری نقش قدم پر پاؤں اٹھایا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ مضبوطی سے ہر نشان پر پاؤں جمایا ہے۔

مجھ سے کہتے ہیں کہ میں اِس نظم پر وہ لکھوں جسکو لوگ ریویو کہتے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ بہتے ہوئے دریا کی روانی کو اس کی کیا ضرورت ہی کہ دوسرا اُس کے تیز بہاؤ کی حقیقت پر لکچر دے۔ موجیں مارنے والا سمندر جب خود نظر آتا ہے تو کسی کا یہ کہنا کہ "کشتیاں چکرائیں گی، سواریوں کو چکر آئینگے، بادل اٹھیں گے، اور زمین پر مینہ برسائینگے" فضول ہی۔ جاننے والے خود جانتے ہیں کہ یہ طوفان کسی موسم کی خبر دیا کرتا ہے۔ اِس واسطے میں اِس نظم کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ اور نہ کہنا ہی اس کی اعلیٰ شان کی دلیل ہے ❊

حسن نظامی

نظم

مشرق میں اصولِ دین بجاتے ہیں
مغرب میں مگر مشین بجاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلّے
واں ایک کے تین تین بجاتے ہیں

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈھ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِّ نظر
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین؟
پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مُفت میں کالج کے لڑکے اُن سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
"پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے"

یہ کوئی دِن کی بات ہے۔ اَے مردِ ہوشمند!
غیرت نہ تجھ میں ہوگی۔ نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دور۔ کہ اَولاد کے عوض،
کونسل کی ممبری کے لئے ووٹ چاہے گی

اِنساں ہوئے مہذّب لیکن مزہ تو جب ہے
جنگل میں کہہ رہی تھی ہاتھی سے کل یہ ہتنی!
"تقریر کو کھڑی ہو۔ کلّو میاں کی بیوی
پردھان ہو سبھا میں بنسی کی دھرم پتنی"

ہر محکمے میں عُہدے تقسیم ہوں برابر
خُفیہ پولس میں جب سے حد ہوگئی ہے قائم
ہوتی نہیں ہے ہمکو جنگ و جدل سے سیری
ہندو ہیں پیڈ افسر۔ مُسلم ہیں آنریری

تعلیمِ مغربی ہے بہت جرأت آفریں،
پہلا سبق ہی - بیٹھ کے کالج میں مارڈینگ
بنتے ہیں ہند میں جو خریدار ہی فقط،
آغا بھی لے کے آتے ہیں اپنے وطن سی ہینگ
میرا یہ حال - بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں
اُن کا یہ حکم دیکھ ! مرے فرش پر نہ رینگ
کہنے لگے کہ اونٹ ہے بھدا سا جانور
اچھی ہے گائے - رکھتی ہے کیا نوکدار سینگ

کہی اچھی نقیبِ انجمن نے
خدا واحد ہے و ناظم ہیں اپنے
وہ سمجھے گا اسے جو کارداں ہے
دوئی میں ہمارا آشیاں ہے

دستور تھا کہ ہوتا تھا پہلے زمانہ میں | مُلّا کا محتسب کا ۔ خدا کا ۔ نبی کا ڈر
دو خوف رہ گئے ہیں ہماری زمانہ میں | مضمون نگار بیوی کا بسی آئی ڈی کا ڈر

کچھ غم نہیں جو حضرتِ واعظ ہیں تنگ دست | تہذیب کے تو سامنے سر اپنا خم کریں
ردِ جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا | تردیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

وفاداراں سہ قسم اند ۔ ار بدانی | زبانی اند و نانی اند و جانی
زبانی را ز منصب عزتے دہ | ز مینے بر سرِ نہر بنانی
اگر باغی بخواند دیگراں را | بباید ز آستاں او را ابرانی
وگر ذوقِ ملاقاتِ تو دارد | جوابش دہ بلفظِ لن ترانی
وفادارانِ جانی را بدست آر | اگر خواہی ز جانی جاں ستانی

جنابِ شیخ کو بلواؤ خاص لندن کی | عجیب نسخہ ہی یہ خود فراموشی کیلئے
ہماری حق ہیں تو جینا بتر ہے مرنے سے | جو زندہ ہیں تو فقط آپکی خوشی کیلئے

ہُوا میں جینے سے بیزار جب - تو فرمایا
کہاں سے لاؤ گے بندوق خودکُشی کیلئے"

تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ
دفعِ مرض کے واسطے پل پیش کیجئے!
تھے وُہ بھی دِن کہ خدمتِ اُستاد کے عوض
دل چاہتا تھا ' ہدیۂ دِل پیش کیجئے!
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق
کہتا ہے ماسٹر سے کہ "بل پیش کیجئے"

ڈبّا بھی اس کی ہے آخر خریدیں کب تلک
چھتریاں رومال مفلر پیرہن جاپان سے
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسّال کابل سے، کفن جاپان سے

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
واں کنٹر سب بلّوری ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے
اس دور میں سب مٹ جائیں گے ہاں! باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکّا اپنی ہٹ کا ہے
اے شیخ و برہمن! سنتے ہو کیا اہلِ بصیرت کہتے ہیں؟
گردوں نے کتنی بلندی سے اِن قوموں کو دے پٹکا ہے
یا باہم پیار کے جلسے تھے، دستورِ محبت قائم تھا
یا بحث میں اردو ہندی ہے، یا قربانی یا جھٹکا ہے

ترانۂ

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے ؟
وہ کیا گردوں تھا؟ تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا!
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبّت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں سے تاجِ سرِ دارا!
تمدّن آفریں، خلّاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب، یعنی شتربانوں کا گہوارہ
سماں اَلْفَقْرُ فَخْرِی کا رہا شانِ امارت میں
بہ آب و رنگ، خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را!
غرض میں کیا کہوں تجھ سے، کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے؟
جہانگیر و جہاندار و جہاں بان و جہاں آرا!

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ رفتار، تو ثابت، وہ سیّارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھو اُن کو یورپ میں تو دِل ہوتا ہے سیپارا

غنیؔ! روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن!
کہ نورِ دیدہ اَش روشن کند چشمِ زلیخا را

اقبالؔ

ایک ہی سائز کی قومی نظمیں مرغوب ایجنسی لاہور سے خریدیں

بلالؓ (مصنفہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے) ۲ر
شکوہ (〃 〃 〃 〃 〃) ۲ر
جواب شکوہ (〃 〃 〃 〃 〃) ۴ر
نالہ یتیم (〃 〃 〃 〃 〃) ۲ر
فریاد امت (〃 〃 〃 〃 〃) ۳ر
تصویر درد (〃 〃 〃 〃 〃) ۴ر
اکبری اقبال (〃 〃 〃 〃 〃) ۳ر
سوز بیوہ (دھرم کاسہائے سرور جہان آبادی) ۲ر
دنیا کی اجڑی ہوئی محفل (〃 〃) ۲ر
یتیموں کی فریاد (آغا شاعر دہلوی) ۲ر
دربار رسول (خواجہ دل محمد ایم۔ اے) ۳ر
قبلہ نما (〃 〃 〃) ۲ر
پیکر نور (〃 〃 〃 〃) ۳ر
ستاروں کا گیت (〃 〃 〃) ۲ر
پیام دل (〃 〃 〃 〃) ۳ر
ایثار مسلم (〃 〃 〃 〃) ۲ر
نعرہ توحید (〃 〃 〃 〃) ۳ر
تحفۃ الاخوان (الطاف حسین حالی پانی پتی) ۴ر
چپ کی داد (〃 〃 〃 〃) ۲ر
حب وطن (〃 〃 〃 〃) ۳ر
اچھے کپڑے (عبدالغنی ارشد گورگانی دہلوی) ۴ر
جوگی اور ناظر (چوہدری خوشی محمد ناظر گورنر) ۳ر

ہمارا خدا (خان احمد حسین خان بی۔ اے) ۱ر
ہمارا قرآن (〃 〃 〃 〃) ۲ر
میرا خواب (〃 〃 〃 〃) ۲ر
اخوت (〃 〃 〃 〃) ۱ر
خیرات (〃 〃 〃 〃) ۱ر
تصویر یتیمی (〃 〃 〃 〃) ۴ر
نغمۂ توحید (میر ناظر حسین صاحب ناظم) ۳ر
کلام نیرنگ (سید غلام بھیک نیرنگ بی اے کے کلام کا مجموعہ (معہ فوٹو مصنف) ۱۰ر
پیغام عمل (〃 〃 〃 〃) ۱ر
فریاد جرس (〃 〃 〃 〃) ۱ر
شرط زندگی (〃 〃 〃 〃) ۳ر
آہنگ عمل (〃 〃 〃 〃) ۳ر
درد پنہاں (〃 〃 〃) ۳ر
انتخاب جدید (ہر ۳ حصہ بہت سے نامی شعرا کے کلام کا مجموعہ ۸ر
بیاض عید (پاکٹ ایڈیشن عیدیوں کا مجموعہ ۹۲ صفحہ پر ہدیہ صرف ۶ر
رباعیات قلندر (مصنفہ بو علی قلندر) ۲ر
رباعیات سرمد (مصنفہ سرمد شہید) ۸ر
مسدس حالی (پاکٹ ایڈیشن) مجلد ۸ر
رباعیات اردو مجلد ۱۴ر